Sociology & Cultural Research Review (SCRR)
Available Online: https://scrrjournal.com
Print ISSN: 3007-3103 Online ISSN: 3007-3111
Platform & Workflow by: Open Journal Systems

The Style of Dr. Ghulam Mustafa Khan

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کا اسلوب

Nasim Amir Alam
Worker's Intermediate Girls College Kotri Sindh, Pakistan
nasim3138@gmail.com

ABSTRACT

This article provides a comprehensive analysis of the literary and research style of Dr. Ghulam Mustafa Khan, a distinguished Urdu scholar, critic, and researcher. It begins by defining "style" as the unique mode of expression that a writer or researcher adopts to create depth, clarity, and artistic impact. Drawing upon the views of Western and Urdu scholars such as Murray, Abid al-Nisa, Dr. Atish Durrani, and Rashid Hasan Khan, the chapter distinguishes research style from general literary prose. While creative writing may employ ornamentation and subjectivity, research style is characterized by objectivity, factual precision, simplicity, and complete freedom from personal bias, emotional exaggeration, or rhetorical embellishment. The author illustrates these principles through extensive quotations from Dr. Khan's seminal research work Hazrat Mujaddid Alf Thani: Ek Tahqiqi Jaiza. Detailed examination of selected passages reveals Dr. Khan's hallmark qualities: straightforward sentence structure, economical use of language, evidence-based argumentation, avoidance of ornate diction, and a balanced, dignified tone that maintains scholarly sobriety while remaining accessible to general readers. The chapter further explores the formative elements of style personal individuality, socio-cultural environment, linguistic habits, and inner disposition and demonstrates how these factors converged in Dr. Khan's prose to produce a distinctive, recognizable voice. Ultimately, the study establishes Dr. Ghulam Mustafa Khan as a "sahib-e-asloob" (master stylist) whose research writings serve as exemplary models of modern Urdu scholarly prose clear, precise, objective, and deeply impactful. His style not only strengthens the credibility of his research but also sets a benchmark for future scholars in Urdu literary and historical studies.

Keywords: *Dr. Ghulam Mustafa Khan, Research Style, Asloob, Urdu Prose, Objective Writing, Scholarly Methodology, Simplicity in Research, Literary Analysis, Hazrat Mujaddid Alf Thani, Evidence-Based Argumentation.*

تمہید

اسلوب کیا ہے؟ اسلوب وہ خاص قرینہ، سلیقہ اور طریقہ اظہار ہے جو ایک فنکار اور تخلیق کار اپنے فن اور اپنی تخلیق میں حسن کشش اور گہرائی پیدا کرنے کے لیے اختیار کرتا ہے۔[1]

اس بات کی مزید وضاحت کرتے ہوئے مڈلٹن مرے(Murray) فرماتے ہیں:

''بہترین اسلوب وہی ہوگا جس کا مالک مضمون کی معنویت میں اتنا سرشار ہو کہ اسے خیال یہ بھی نہ گزرے کہ میں کوئی اسلوب تخلیق کر رہا ہوں۔''[2]

یعنی لکھنے کا وہ مخصوص انداز جو اپنے مخصوص اسٹائل کی وجہ سے کسی ادیب کی پہچان ٹھہرے، اُسے اسلوب کہتے ہیں۔ کیوں کہ مختلف ادیب مختلف مخصوص الفاظ و تراکیب لاشعوری طور پر بار بار استعمال کرتے ہیں، اور یوں لکھتے لکھتے اُن کا اپنا خاص انداز نشونما پاتا چلا جاتا ہے جس کی وجہ سے کسی بھی عبارت میں جان محسوس ہوتی ہے۔

اسلوب، ادیب کی نمایاں ترین خصوصیت کے زمرے میں آتا ہے۔ کیونکہ الفاظ بے جان بتوں اور ساکت وجامد پرچھائیوں کی صورت میں ہوتے ہیں۔ لکھاری اپنی فنّی جادو گری اور تخلیقی ہنر مندی کے باوصف ان بے جان بتوں اور ساکت و جامد پرچھائیوں میں زندگی کی حرارت ڈال دیتا ہے۔ جذبے کی حدت و شدت اور خیال کی روح سے لفظوں کے بد وضع پتھر گوہر ہائے آبدار کی صورت اختیار کرلیتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ اسلوب کی پختگی ایک طویل فنی مشق اور ادبی ریاضت کا نتیجہ ہوتی ہے۔[3]

اسلوب کے بارے میں مختلف محققین کی مختلف آراء ہیں، یہاں مختلف آراء پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ کہ اسلوب کے بارے میں واضح ہو سکے کہ اسلوب کیا ہے، اور ایک اچھے اسلوب کی کیا خوبیاں ہوتی ہیں اور

یہ بھی کہ اس کا تصنیف اور مصنف پر کیا اثر ہوتا ہے۔ لہٰذا مذکورہ باب کے تحت ہم ان تمام سوالات کے جوابات تلاش کریں گے ۔پروفیسر مرے لکھتے ہیں کہ:

"اسلوب کی جو تعریفات کی گئی ہیں، وہ اگر گمراہ کن نہیں تو ناقص ضرور ہیں۔ مثلاً اسلوب کی یہ تعریف کہ مصنف کی مکمل شخصیت کا دوسرا نام اسلوب ہے، بظاہر بہت معنی خیز معلوم ہوتی ہے اور فلابیراس کی تعریف بھی کرتا ہے، لیکن تجزیہ کرنے سے تسلی بخش معنی ہاتھ نہیں آتے۔"[4]

پروفیسرلوکس رقم طراز ہیں:

"اسلوب کی رفعت ایک بڑی شخصیت کی گونج ہے۔"[5]

یعنی مذکورہ بالا تعریفات و مباحث کو مد نظر رکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ اسلوب وہ پیمانہ ہے جس سے مصنف اور تصنیف کے معیار پر بہت اثر پڑتا ہے اور اِسی وجہ سے کوئی مصنف، صاحب اسلوب قرار پاتا ہے تو کسی کی تحریر کی خامیاں بھی سامنے آجاتی ہیں کہ فلاں کا اسلوب مبہم ہے، غیر واضح ہے وغیرہ۔لہٰذا اسلوب کسی بھی شخصیت کے وسیع المطالعہ، قوتِ مشاہدہ،اس کی تصانیف کے فنّی و فکری زاویوں کو اجاگر کرنے میں اہم کردارادا کرتا ہے۔

لہٰذا کسی ادیب کا اسلوب مرصع ہوتا ہے اور اندازِ تحریر مقفیٰ و مسجّع ہوتا ہے۔تصنع و آرایش سے عبارت رنگین ہوتی ہے تو کسی کا اندازِ تحریر سادہ اور عام فہم ہوتا ہے۔ اس بات پر تقریباً تمام محققین متفق ہیں کہ اسلوب ادیب کے نمایاں ترین خصوصیت ہے۔اور اِس کے ذریعے تصنیف میں دل چسپی اور افادیت برقرار رکھی جاسکتی ہے۔ ایک محقق، ادیب یا دانش ور کے لیے اسلوب شنا س ہوناضروری ہے۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اسلوب کسی شخصیت کا طرز تحریر ہے جو اُس کی پہچان بن جاتا ہے۔ ایک اچھے اسلوب کی چند خوبیاں ہوتی ہیں جن کی تحریر میں موجود گی تصنیف کو بہترین بنانے میں معاون و مددگار ثابت ہوتی ہے۔ مثلاً جامع انداز بیان،ایجازو اختصار، شگفتگی بیان، حقیقت نگاری وغیرہ اسلوب کو رفعت عطا کرتے ہیں۔

اسلوب دو قسم کا ہوتا ہے یعنی بنیادی طور پر اسلوب دو قسموں میں منقسم کیا جا سکتا ہے۔ نثری اور شعری اور جب نثری اسلوب کی بات کی جاتی ہے تو نثر کی انواع اقسام ہیں، اور اُن اقسام کے لحاظ سے اسلوب میں تبدیلی رونما ہوتی چلی جاتی ہے۔ جہاں تک تحقیقی اسلوب کا تعلق ہے تو اِس اسلوب کی مخصوص زبان اور انداز

ہوتا ہے جو عام بول چال سے کسی حد تک اس لیے مختلف ہوتا ہے کہ تحقیق ایک سنجیدہ عمل ہے اور اُس کی تحریر عام ادبی تحریر سے مختلف ہوتی ہے اور کسی قسم کی آرائش و مرصع سازی کی متحمل نہیں ہوسکتی۔ تحقیق کا مادہ ''حق'' ہے۔ لہٰذا اسلوب بھی حقیقت پسندانہ ہوتا ہے۔ذاتی دل چسپی، تعصب، عناد یا جانب داری، تحقیقی اسلوب میں نہیں ہوتی، حقائق اور دلائل کے ساتھ تحقیق مکمل کی جاتی ہے اور ساتھ ساتھ حقیقت پسندانہ اسلوب بھی تیار ہوتا چلا جاتا ہے۔

ڈاکٹر عطش دُرّانی اس سلسلے میں لکھتے ہیں کہ:

> ''تحقیقی اسلوب حقیقت پسندانہ اور معروضی ہو۔ تحقیقی مقالہ ایک رپورٹ ہوتی ہے، تخلیقی نگارش یا ادبی تحریر نہیں۔ اسے زیادہ سے زیادہ غیر جانبدار اور اثباتی ہونا چاہیے، موضوعی اور صنفی نہیں ہونا چاہیے۔''[۶]

ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں کا تحقیقی اسلوب حقیقت پسندانہ اور معروضیت پر مبنی ہے۔ اور اس کی بہترین مثال ان کے تحقیقی مقالات ہیں اور اُن میں سے ایک تحقیقی تصنیف ''حضرت مجدد الف ثانی:ایک تحقیقی جائزہ'' سے مثال کے لیے اقتباس پیش خدمت ہے:

> ''شیخ فرید کے نام حضرت مجددؒ کے بکثرت مکتوبات ہیں۔ان کے متعلق فاضل محترم فرماتے ہیں کہ ''وعظ و نصیحت آسان ہوتی ہے اور ان پر عمل پیرا ئی کہیں زیادہ مشکل(صفحہ ۲۳۷) بالکل صحیح فرمایا۔ بلکہ یوں کہہ سکتے ہیں کہ آج کل کے امن و امان کے دور میں تنقیص کرنا آسان ہے بلکہ تحقیق کو بھی" مصلحت" پر قربان کرنا آسان تر ہے۔ لیکن ایک جابر سلطان کے اعیان مملکت کو ایسے خطوط بھی لکھے گئے تھے جن میں اس سلطان کے طریق کار پر بھی سخت تنقید تھی؟ کیا یہ کوئی آسان کام تھا؟''[۷]

مذکورہ اقتباس پر بات کرنے سے پہلے رشید حسن خاں کی محققانہ رائے پر بھی ایک نظر ڈال لیتے ہیں۔ تاکہ تحقیقی‌اسلوب کی خوبیاں مزید وضاحت کے ساتھ سامنے آجائیں؛

> ''تحقیق کی زبان کو امکان کی حد تک آرائش اور مبالغے سے پاک ہونا چاہیے اور صفاتی الفاظ کے استعمال میں بہت زیادہ احتیاط کرنا چاہیے۔ اُردو میں تنقید جس طرح انشاء پردازی کا آرایش کدہ بن

کر رہ گئی ہے وہ عبرت حاصل کرنے کے لیے کافی ہے اور تحقیق کو اس حادثے کا نشانہ نہیں بننے دینا چاہیے۔"۸

اب اگر ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں کی تحقیقی تصنیف ''حضرت مجدالف ثانی: ایک تحقیقی جائزہ'' کے گزشتہ اقتباس کا جائزہ لیں تو ڈاکٹر عطش درانی اور رشید حسن خاں کے بیانات کی تائید ہوتی ہے۔ مثلاً ڈاکٹر عطش درانی تحقیقی اسلوب کو حقیقت پسندانہ اور رپورٹ کی طرح بتاتے ہیں، جس میں جانب داری کی گنجائش نہیں ہے اور یہ تخلیقی تحریر نہیں ہوتی، جس میں زورِ بیان کو داخل ہو یعنی سیدھے سادے انداز میں حقیقت پر مبنی بات کہہ دینا اور اِس طرح بیان کرنا کہ کوئی دو معنی نہ نکلیں،مفہوم واضح ہو، اِسی طرح رشید حسن خاں تحقیقی اسلوب کو مبالغے اور آرائش سے پاک بتاتے ہیں اور تحقیقی اسلوب کو لفاظی اور مرصع و مُسجّع اسلوب سے یکسر علیحدہ بتاتے ہیں۔چناں چہ مذکورہ نکات کی روشنی میں جب ڈاکٹرصاحب کی تحقیقی تصنیف کے طویل اقتباس کا جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے حضرت مجددالف ثانی پر اعتراض کرنے والے فاضل مُصنف سے تحقیقی اختلاف کرتے ہوئے حقائق و دلائل کی روشنی میں ثبوت پیش کرتے ہوئے تحقیقی اسلوب استعمال کیا ہے اور فاضل مصنف کی بات کا حوالہ دیتے ہوئے ہوئے لکھا کہ نصیحت کرنا آسان ہے اور پھر صفحہ نمبر بھی دیا جس پر فاضل مصنف نے مجدد الف ثانی پر اعتراض کیا اور پھر اُس اعتراض کا جواب بھی مختصر اور جامع دیتے ہوئے سوال کیا کہ ظالم بادشاہ کے حضور حق بات کہنا آسان ہے؟ اور اِسی مختصر سوال میں مجدد الف ثانی کی شخصیت، کردار اور حق گوئی کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ اکبر جیسے ''تعظیمی سجدے'' کو جبراً رائج کرانے والے بادشاہ کے حضور کلمہ حق بلند کرنا آسان کام تو نہیں تھا، لیکن مجدد الف ثانی نے یہ کرکے دکھایا۔ اسی طرح پورے مقالے میں حضرت مجدد الف ثانی پر اٹھائے گئے ہراعتراض کا جواب بغیر کسی سابقے اور لاحقے کے ''صفاتی ناموں'' کواختیار کیے بغیر دیا یعنی ''مدظلہ علیہ'' ،''حضور'' ،''امام ربانی'' وغیرہ جیسے القاب سے اجتناب کیا ہے۔ اور کوئی لفاظی اور زورِ بیان اور طویل عالمانہ پس منظر بیان نہیں کیا بلکہ جو جو اعتراضات مجدد الف ثانی پر کیے گئے مختصراً اور جامع جوابات سے ردّ کیے گئے۔ مزید اِس کتاب کا بیان ''تحقیق نگاری'' کے باب میں آئے گا۔

تحقیقی اسلوب کی چند خاص خوبیاں ڈاکٹر عطش دُرانی نے اپنی کتاب میں تحریر کیں ہیں، جو اُردو کے مشہور محققین کے مقالات کے مطالعے کے بعد حاصل ہوئی ہیں، جن میں ایک درج ذیل ہے:

> ''تحقیق کی زبان کو واضح، غیر مبہم اور براہ راست ہونا چاہیے۔ اس کی وضاحت یوں ہو سکتی ہے کہ جملے مثبت ہوں اور منفی نہ ہوں یعنی نہ، نہیں، مت، جیسے الفاظ نہ ہی آئیں تو بہتر ہے۔''۹

اسی طرح آگے مزید خوبیاں بتاتے ہوئے ڈاکٹر عطش درانی رقم طراز ہیں:

> ''حتی الامکان اپنی فضیلت کو منوانے، اس میدان کے کسی اور متخصص کی تضحیک کرنے یا چونکانے کے آرزومند الفاظ استعمال کرنے سے گریز کرنا چاہیے۔حکم یا ادعا سے گریز کرنا چاہیے۔''۱۰

یعنی تحقیقی اسلوب کو حقیقت پسندانہ ہونا چاہیے، جذباتیت، جانب داری، رنگینیٔ عبارت نہیں ہونا چاہیے۔ کیوں کہ تحقیق ایک عالمانہ کوشش و کاوش ہوتی ہے اور اِس میں رکھ رکھاؤ ہوتا ہے۔ معتبر و مستند حوالہ جات کا استعمال، سنجیدہ وعلمی اندازِ فکر، تحریر میں متانت و وقار، سنجیدگی، تحقیقی اسلوب کے وہ نمایاں اوصاف ہیں جو کسی بھی مقالے کو مُستند بنانے میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ کیوں کہ محقق کے مطالعہ، معلومات، قوتِ مشاہدہ کو اُس کا اسلوب بیان ہی طریقے سے ظاہر کر سکتا ہے۔ لہذا کسی بھی تحقیقی تحریر کو مرصّع اور مُسجّع نہیں ہونا چاہیے، طویل تر تمہید، عقیدت و عقیدہ، مختلف نظریات و عقائد کے پرچار کے لیے تحقیق کا استعمال نہیں ہوتا، لہذا تحقیقی اسلوب میں بھی مذکورہ بالا چیزوں سے اجتناب برتنا چاہیے اور معروضیاور حقیقت پسندانہ طرز تحریر اختیار کرناچاہیے۔

اسلوب کی تشکیل کے عناصر وعوامل:

ہر ادیب و شاعر کا اسلوب فن مختلف عناصر و عوامل سے تشکیل پاتا ہے۔ اس کی افتاد و طبع ، میلان ،علمیت ، معاشرتی رجحانات اور نفسیات اس کی سفارشات پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ جہاں تک اسلوب کی تشکیل کے عناصر و عوامل کا تعلق ہے تو مختلف اوقات میں اس کی مختلف تشریح و توضیح کی گئی ہے۔۱۱

بہ قول عابدالنساء:

"اسلوب نثری ہو یا شعری اس کی تشکیل کے عام طور سے تین عناصر ہوتے ہیں۔ ایک مصنف کی انفرادی خصوصیت، دوسرے عام انسانی رویہ تیسرے خیال اور زبان کی خصوصیات۔"[۱۲]

مذکورہ بالا بیان اتنا اہم ہے کہ اس کی مزید وضاحت کے لیے مذکورہ بالا بیان سے جڑی مفصّل تحقیق پیش رنا ضروری ہے کیوں کہ فاضل تحقیق نگار کے اسلوب کی تشکیل میں شامل عوامل و عناصر سمجھنے کے لیے پہلے میں یہ جاننا ضروری ہے کہ اسلوب کی تشکیل میں کارفرما عوامل و عناصر آخر ہیں کیا؟ اور کس طرح اسلوب پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ لہذا دوبارہ عابدالنساء کے تحقیقی مقالے کا طویل اقتباس یہاں نقل کیا جارہا ہے:

"اسلوب کی پہلی خصوصیت مصنف کی انفرادیت ہے۔ یعنی ہر مصنف کا زبان و بیان کے استعمال کے سلسلے میں مخصوص انداز اور رویہ ہوتا ہے۔ جو اُسے دوسرے مصنفین سے ممتاز رکھتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مخصوص طرز کے اسلوب کی نقالی مشکل ہے۔ اسلوب کی دوسری قسم میں مصنف کا رویہ کارفرما ہوتا ہے مصنف جس ماحول میں اٹھتا بیٹھتا ہے وہ ماحول اس کی بول چال، رہن سہن، وضع قطع ، عادات و اطوار کو ایک شکل دیتا ہے۔ اور یہ عوامل کسی نہ کسی طرح اسلوب پر بھی اثرانداز ہوتے ہیں۔ اسلوب کی تیسری قسم میں خیال اور زبان کی خصوصیات شامل ہوتی ہیں۔ کوئی مصنف یاشاعر زبان و بیان کے مخصوص الفاظ تشبیہات، استعارے اور تراکیب کو مخصوص انداز میں یا اکثر استعمال کرتے ہوئے اپنے منفرد اسلوب کی صورت گری کرتا ہے۔"[۱۳]

آگے چل کر عابد النساء کسی مصنف کے اسلوب کی تشکیل میں اُس شخصیت کے خارجی و داخلی پہلو کو اہم قرار دیتے ہوئے، شخصیت کی داخلیت اور خارجیت کے پہلو پر سیر حاصل روشنی ڈالتی دکھائی دیتی ہیں۔

عابدالنساء اس سلسلے میں لکھتی ہیں کہ:

"کسی مصنف کے اسلوب کی تشکیل میں اس کی شخصیت کی خارجیت اور داخلیت کا گہرا تعلق ہوتا ہے۔ بعض ناقدین نے اسلوب کو مصنف کی شخصیت کا مظہر کہا ہے۔ شخصیت کے ہمیشہ دو پہلو ہوتے ہیں۔ ایک خارجی دوسرا داخلی۔ خارجی پہلو میں خدوخال، رنگ وروپ، وضع قطع، چال ڈھال وغیرہ ہوتے ہیں۔ جب کہ داخلی پہلو میں اس کے احساسات، خیالات، نظریات، مشاہدات پر ردعمل وغیرہ ہوتے ہیں۔ خارجی پہلو بہ ظاہر آسانی سے نظر آ جاتا ہے۔ جبکہ داخلی پہلو جاننے کے لیے مصنف سے تبادلہ خیال کرنا اور اس کی تحریروں کا مطالعہ کرنا ضروری ہوتا ہے ہر شخص

> کے سوچنے اور محسوس کرنے کاایک مخصوص انداز ہوتا ہےاور وہ اپنی تعلیم و تربیت کی بنا پر اپنے خیالات کو منفرد انداز میں اظہار کے سانچے میں ڈھالتا ہے۔ یہی منفرد انداز اظہار کسی مصنف یا انشاء پرداز کا اسلوب ہوتا ہے۔''۱۴

ایس۔ الیگزنڈر نے بھی اسلوب اور ہیئت پر مندرجہ ذیل اقتباس تحریر کیا ہے:

> ''اسلوب، ہیئت، پیکر، شکل یا صورت، فن میں ایک جداگانہ حیثیت رکھتی ہے۔ جب ہم کسی فن پارے کو اس کی عظمت کے اعتبار سے ناپنا چاہتے ہیں تو مافیہ، مغز،معانی اور مفہوم کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ لیکن جب اس کے حسن کا تجزیہ کرتے ہیں تو اس کی ہیئت، پیکر، صورت ہمارے مد نظر ہوتی ہے۔ کوئی شک نہیں کہ اس نظریے میں جان ہے اور بعض دلائل ایسے ہیں جنھیں رد کرنا ذرا مشکل ہوجاتا ہے۔''۱۵

مذکورہ بالا اقتباسات کے مطالعے سے اسلوب کی تشکیل کے عناصر اور عوامل سے آگاہی حاصل ہوتی ہے کہ ایک اسلوب نہ صرف افتاد طبع، میلان، علمیت، سے بنتا ہے بلکہ معاشرتی رجحانات اور نفسیات بھی کسی ادیب، محقق یا انشا پرداز کے اسلوب پر اثر انداز ہوتی ہے۔ عابدالنساء نے اسلوب کی تشکیل کے عوامل مصنف کی انفرادی خصوصیت، عام انسانی رویہ اور زبان کی خصوصیات کو اہم قرار دیا ہے۔دیکھا جائے تو کسی فن پارے یا تحقیقی مقالے کے اسلوب میں یہ ہی خوبیاں کارفرما ہوتی ہیں۔ مدلل انداز بیان، مستند معلومات، محقق کا سنجیدہ و علمی فکر، نکتہ نظر، ادبی و فکری مباحث پر سیر حاصل گفتگو، دیگر مستند حوالہ جات وغیرہ اسلوب کی ندرت و وصف کو اجاگر کرتے ہیں۔ اسلوب کے حوالے سے ایک اہم پہلو داخلیت اور خارجیت کی بحث بھی ہے یعنی مصنف کس طرح کے ماحول میں اٹھتا بیٹھتا ہے، یعنی چال ڈھال وغیرہ جب کہ داخلی پہلو میں خیالات و نظریات و مشاہدات زیر بحث آتے ہیں۔ اور ہر شخص کا مزاج ومیلان فطری طور پر دوسرے شخص سے مختلف ہوتا ہے۔ پسند اور ناپسند کا معیار بھی انفرادی ہوسکتا ہے اور نظریات و خیالات کا بھی ہر ایک کا اپنا معیار ہوتا ہے یہ ہی نکتہ نظر کسی بھی ادیب کا اسلوب بن جاتا ہے۔ خاص طور پر جب کوئی ادیب تصنیف لکھتا ہے تو بار بار چند مخصوص الفاظ تراکیب، تشبیہات و استعارات،محاورات ، شعوری یا لا شعوری طور پر استعمال [illegible] جاتا ہے اور یہی انداز اسلوب کا رنگ اختیار کرلیتا ہے۔ اِسی وجہ سے وہ اسلوب بہترین قرار پاتا ہے جس میں [illegible] اور ابلاغ کی خوبی موجود ہو، عام فہم انداز میں بات کی

جائے اور غیر مبہم انداز اختیار کیا جائے جس تحریر میں نکتہ نظر مدلل اور جامع اور مختصر انداز میں ادا کیا گیا ہو وہی اسلوب بہترین ہوتا ہے۔

صاحبِ اسلوب، صاحب طرز ادیب: اسٹائلسٹ

مولانا حامد حسن قادری رقم طراز ہیں کہ:

"صاحب طرز بننے کے لیے تقلید عام چھوڑ کر موجد بنا چاہیے اور اپنی تحریر و اسلوب سے ایک خاص روش پیدا کرنی چاہیے اور اس طرح اپنی راہ الگ نکالنی چاہیے۔"۱۶

یعنی ایک منفرد اسلوب، ایک ایسے ذہن کی پیداوار ہے جو عام روش سے ہٹ کر اپنا مقام متعین کرے اور یقیناً یہ خوبی نہ صرف شدید محنت بلکہ مستقل مزاجی سے آتی ہے۔ اِسی بات کی مزید وضاحت وصراحت کہ صاحب طرز ادیب کس طرح کا ہوتا ہے اور اس کے طرزِ تحریر میں وہ کیا نمایاں خوبیاں ہیں جو اُس کو صاحبِ اسلوب بنانے میں معاون و مددگار ثابت ہوتی ہیں۔ڈاکٹر عبدالقیوم اپنے مقالے میں مذکورہ سوالات پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

"انگریزی زبان کے تقریباً تمام نقادوں کا اس پر اتفاق ہے کہ موضوع کے اعتبار سے زبان کی فضا بدل جاتی ہے اگر کوئی سیدھاواقعہ بیان کیا جائے گا تو نثر سادہ ہوگی اور اگر کوئی دقیق اور پیچیدہ مسئلہ زیر بحث آئے گا تو لا محالہ زبان میں بھی پیچیدگی پیدا ہوجائے گی، لیکن ایک صاحب طرز ادیب اس کو اس طرح نبھائے گا کہ پیچیدگیاں شعوری طور پر پیدا نہ ہو سکیں۔ اس لیے سادگی سے یہ مراد ہرگز نہیں ہے کہ ہر قسم کے مطالب کے بیان کرنے میں وہی عام زبان استعمال ہوگی؛ اس کا مقصد یہ ہے کہ خیال کیسا ہی پیچیدہ کیوں نہ ہو،لکھنے والااسے آسان بنانے کی کوشش کرے اور یہ صرف اِسی وقت ممکن ہے جب لکھنے والا اس مضمون پر قدرت رکھتا ہو اورزبان کا بھی رمز شناس ہوپھر جو بات دل سے نکلے گی روح میں رچ کر نکلے گی اور دل میں بیٹھ جائے گی، یعنی مصنف کاخون جگر، سچا ولولہ، حقیقی جذبات اور لب و لہجہ اس کی ترجمانی کرتے ہیں اور اسی کو سٹائل یا شخصیت کا راز کہہ سکتے ہیں۔"۱۷

اس طویل اقتباس کو یہاں نقل کرنے کا مقصود یہ ہے کہ صاحب طرز ادیب کے اسٹائل یا شخصیت کے راز کو سمجھا جائے کہ وہ کون سی خوبیاں اور صفات ہیں جو ایک خاص اسلوب کے موجد کو جنم دیتی ہیں۔ اور ڈاکٹر عبدالقیوم کے مذکورہ اقتباس میں وہ تمام صفات موجود ہیں جو کسی بھی شخصیت کے خاص اسلوب کو پیدا کرنے میں معاون ومددگار ثابت ہوتی ہیں۔

سیّد عابد علی عابد اس سلسلے میں رقم طراز ہیں:

"اسلوب سے مراد کسی لکھنے والے کی وہ انفرادی طرز نگارش ہے جس کی بنا پر وہ دوسرے لکھنے والوں

سے ممیز ہو جاتا ہے۔"۱۸

صاحبِ اسلوب کی تعریف کرتے اور اسلوب اور صاحبِ اسلوب کے تعلق کو اجاگر کرتے ہوئے عابد النساء لکھتی ہیں:

"ہر شخص کے سوچنے اور محسوس کرنے کا ایک مخصوص انداز ہوتا ہے اور وہ اپنی تعلیم و تربیت کی بنا پر اپنے خیالات کو منفرد انداز میں اظہار کے سانچے میں ڈھالتا ہے۔ یہی منفرد انداز اظہار کسی مصنف یا انشاء پرداز کا اسلوب ہوتا ہے۔ اس طرح اسلوب کی مدد سے صاحبِ اسلوب واقفیت حاصل کی جاسکتی ہے۔ اگر انشاء پرداز کے خیالات میں الجھن ہو تو اس کا اسلوب بھی واضح نہیں ہوگا۔"۱۹

اسلوب کی ادب اور تحقیق میں اپنی جگہ اہمیت ہے۔ اکثر سوال کیا جاتا ہے کہ ادب میں صورت اور اسلوب

زیادہ ضروری ہے یا موضوع اور مواد؟ موضوع اور مواد معاشرتی میلانات سے ملتے ہیں اور ادب کے خارجی یا اجتماعی عناصر ہوتے ہیں۔ صورت اور اسلوب کو ادیب کی نفرادیت مہیا کرتی ہے اور وہ ادب کے جمالیاتی عناصر ہوتے ہیں۔(یہ سوال مجنوں گورکھپوری نے اپنی تصنیف ادب اور زندگی کے صفحہ نمبر ۹۷ پر بھی اٹھایا ہے)۔

دراصل ایک محقق صرف حقائق و دلائل کا ڈھیر نہیں لگاتا بلکہ ایک اچھے انداز کے ساتھ اپنے موضوع کو قاری کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ تحقیقی مقالے کی نثر عام ادبی تحریر سے مختلف ہوتی

ہے اور بعض اوقات علمی و تحقیقی مسائل خشک انداز میں بیان کیے جاتے ہیں۔ لیکن یہ بات بھی اپنی جگہ اہم ہے کہ اسلوب شناس ہونے کی اہمیت پر بھی محققین نے ہی زور دیا ہے۔ پروفیسر صفدر علی رقم طراز ہیں:

"ایک محقق کے لیے اسلوب شناس ہونا ضروری ہے۔ اس سے تحقیق میں بہت حد تک مدد ملتی ہے اور اچھے نتائج بھی سامنے آتے ہیں۔ محقق کے صاحب اسلوب ہونے کا احساس ہماری روایت کا حصہ ہے۔"۲۰

آگے چل کر اپنی کتاب "اصول تحقیق و تدوین" میں اسلوب کی نمایاں خوبیاں بتاتے ہیں۔۲۱

۱۔ شگفتگی

۲۔ موثر طرز تحریر

۳۔ ایجاز واختصار

المختصر اسلوب وہ اندازِ تحریر ہے جو کسی محقق کی نثر کو عام قاری کے لیے بھی پڑھنے کے لیے آسان بنا سکتا ہے اور صاحبِ اسلوب شخصیت اپنے مقالے کو بہتر انداز میں پیش کر سکتی ہے۔ کیوں کہ اس کی نثر میں سادگی و سلاست کے ساتھ خیالات میں ابہام نہیں ہوتا یہ ہی انداز ڈاکٹر غلام مصطفیٰ کے اسلوب میں بھی نظر آتا ہے۔ ڈاکٹر اسلم فرخی لکھتے ہیں کہ:

"ڈاکٹر صاحب قبلہ کا اسلوب نثر سادہ اور سلیس ہے۔ چھوٹے چھوٹے جملے لکھتے ہیں مگر ان سے معنی و مطلب کی پوری وضاحت ہوتی ہے۔ دینی معلومات سے متعلق کتابیں اور مضامین ہوں یا علمی، ادبی اور تحقیقی، انداز بیان سب میں توضیحی اور تشریح ہوتا ہے۔"۲۲

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کے اسلوب میں مذکورہ بالا تمام خوبیاں موجود ہیں، جن کا اعتراف نہ صرف نامور محققین اور ادب کے اساتذہ نے کیا ہے، بلکہ آپ کے تحقیقی مقالات بھی آپ کے تو انا اسلوب کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ مثالیں مقالے میں آگے دی جائیں گی۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کا اسلوب بیان اور اسلوب کی خصوصیات واہمیت وانفرادیت:

جس طرح مختلف ادباء و مصنفین کے مخصوص اندازِ سے اُن کی تحاریر پہچان لی جاتی ہیں۔ اُسی طرح بعض محققین کا اپنا منفرد انداز تحریر ہوتا ہے جو اُن مخصوص الفاظ و تراکیب یا مخصوص موضوعات کی وجہ سے ہوتا ہے جو دوران تحقیق منتخب کرتے ہیں:

ڈاکٹر سید عبداللہ لکھتے ہیں کہ :

"کسی تحریر کو دیکھ کر ہم بلا تکلف کہہ سکتے ہیں کہ یہ فلاں انشا پرداز کی عبارت ہے یا فلاں مصنف کا اندازِ بیان ہے۔ اس راز کا انکشاف ہر مصنف کے مخصوص لب و لہجہ، مرغوب الفاظ اور عبارتوں کے خاص قسم کے پیچ و خم سے ہوتا ہے۔یہی اس کی انفرادی اور شخصی آواز ہے۔"۲۳

آگے چل کر ڈاکٹر صاحب نے مرغوب الفاظ کی فہرست پیش کی ہے، جو شبلی کے اسلوبِ بیان پر اثرانداز ہوئے یا جن سے شبلی کا اسلوب اپنی پہچان کرواتا نظر آتا ہے۔ اسی طرح جب ڈاکٹر غلام مصطفیٰ کی کتب کا جائزہ لیں تو چند الفاظ آپ کے اسلوب کا حصہ معلوم ہوتے ہیں۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ کے مرغوب الفاظ:

چند الفاظ ایسے ہیں جو آپ کی کتب میں جابجا ملتے ہیں اور وہ الفاظ پڑھتے ہی خود بخود تصوّر ابھرتا ہے کہ یہ ڈاکٹر صاحب کی نثر ہے۔ مثلاً آپ کے مقدمات کا جائزہ لیں تو کثرت سے عاجز، احقر، سیاہ کار،گنہگار وغیرہ جیسے الفاظ متعدد مرتبہ پڑھنے کو ملتے ہیں۔ اس کے علاوہ شگفتگی، عاجزی و انکساری آپ کے اسلوب کے نمایاں وصف ہیں۔ نثرِ غلام مصطفیٰ کا مطالعہ کیا جائے تو اُن کے مخصوص انداز کی بناہ پر اُن کو صاحبِ اسلوب کہا جاسکتا ہے کیوں کہ اُن کا اسلوب سادہ،عام فہم اور قاری کے لیے دل چسپی کا باعث ہونے کی وجہ سے اپنی مخصوص اہمیت و انفرادیت رکھتا ہے۔

آپ کے داخلی و خارجی اثرات و عوامل میں جہاں گھریلو دینی ماحول اہمیت کا حامل ہے اور والدہ کی تربیت و پرورش شامل ہے وہاں علی گڑھ جیسی مادرِ علمی کا رکھ رکھاؤ اور عالمانہ فضا کو بھی بڑی حد تک دخل حاصل تھا۔ ڈاکٹر عصمت صدیقی اپنے مقالے ''علی گڑھ کے دبستانِ نثر کا جدید دور'' میں ایک عنوان ''علی گڑھ کے ثمرات'' کے نام سے قائم کرتی ہیں۔ اُن ثمرات میں سرفہرست ''ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں''کو رکھتی ہیں۔ یعنی علی گڑھ کے مایہ ناز فرزندوں میں سے ایک فرزند''غلام مصطفیٰ خاں'' بھی تھے۔ جیسا کہ پچھلے صفحات میں اسلوب کی تعریفات سے لے

کر تشکیل و عوامل اور اقسام پر حتی المقدور روشنی ڈالی جا چکی ہے اور مختلف محققین کی آراء کی روشنی میں یہ بات ثابت ہوچکی ہے کہ اسلوب شخصیت کا عکاس ہے، لہٰذا ڈاکٹر غلام مصطفےٰ کے اسلوب کے بارے میں دیکھتے ہیں کہ آپ کا اسلوب کیسا ہے اورصاحبِ اسلوب کی جو خوبیاں اور صفات ہیں وہ آپ کی نثر کا حصہ ہیں یا نہیں۔ اِس ضمن میں آپ ہی کے شاگرد پروفیسر انوار احمد زئی آپ کے تحقیقی اسلوب کے بارے میں رقم طراز ہیں:

"جب کہ تحقیق کے اسلوب کے خود ہی موجد اور خود ہی خاتم تھے۔ یہ بات اِسی شخصیت کے لیے بلاخوف تردید کہی جا سکتی ہے جو اس وقت کے مستند نقادوں اور محققوں کے استاد ہونے کا درجہ رکھتی ہے۔"۲۴

ڈاکٹر اسلم فرخی اس سلسلے میں لکھتے ہیں کہ :

"ڈاکٹر صاحب قبلہ کا اسلوبِ نثر بڑا سادہ اور سلیس ہے۔ چھوٹے چھوٹے جملے لکھتے ہیں مگر ان سے معنی اور مطلب کی پوری وضاحت ہوتی ہے۔"۲۵

آگے مزید وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر اسلم فرخی رقم طراز ہیں:

"ڈاکٹر صاحب قبلہ کا اسلوب نثر ان کی سادہ اور پروقار شخصیت کا عکس لطیف ہے۔پرکشش دل موہ لینے والا،سادہ مگر شگفتہ، ڈاکٹر صاحب قبلہ ادبی مضامین اوردقیق خیالات کو بڑی آسانی اور روانی سے قلم بند کرتے ہیں۔ شاعرانہ طرز بیان اور مرصع کاری سے پرہیز کرتے ہیں۔مشکل اور نامانوس الفاظ کا استعمال نہیں کرتے۔جہاں تک ممکن ہوتا ہے مافی الضمیر انتہائی آسان الفاظ کے ذریعے سے بیان کرتے ہیں۔"۲۶

یعنی یہ بات اپنی جگہ اہم ہے کہ آپ نے تحقیق میں جس اسلوب کا آغاز کیا اس کے خاتم اور موجد آپ خود

ہیں۔اور آپ کی تحقیقی نثر عام فہم اور سادہ ہے۔ جس میں تصنع و تکلف نہیں ہے۔

محترمہ عظمت صدیقی اپنے تحقیقی مقالے "علی گڑھ کے دبستانِ نثر کا دور جدید" میں ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں کی

نثرو اسلوب کا جائزہ لیتے ہوئے فرماتی ہیں:

"۔۔۔اندازہ ہوجاتا ہے کہ وسعتِ علم کے ساتھ اختصار ان کی تحریر کا خاصہ ہے اور وہ حوالوں کے باب میں نہایت محتاط ہیں۔"۲۷

ڈاکٹر انوار احمد زئی اس سلسلے میں رقم طراز ہیں کہ:

"خوب صورت، سلیس اور بے عیب سنجیدہ نثر کے حوالے سے ہم جس عہد میں سانس لے رہے ہیں، اسے بلاشبہ عہدِ نثر ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کہا جاسکتا ہے۔"۲۸

لٰہذا مناسب ہوگا اگر یہاں ڈاکٹر غلام مصطفٰی کی کتب سے اُن کے نثری اسلوب کے نمونے مطالعہ کے لیے پیش کریں۔

مثال نمبر ا:

"اللہ پاک نے انسان پر اپنے احسانات کا ذکر کیا ہے کہ اسے دنیا میں معیشیت کے لیے قرار وقیام عطا کیا۔ لیکن اس انسان میں شکر قلیل ہے۔پھر انسان کی پیدائش، فرشتوں کا آدمؑ کو سجدہ کرنا، ابلیس کا انکار، اور اس کا انجام مذکور ہے۔"۲۹

مثال نمبر ۲:

"نواب وقار الملک کے صاحب زادے اشفاق صاحب گو کہ بی اے(آکسن) تھے لیکن ہمیشہ شیروانی پہنتے اورطلبہ کو پہلے ہی سلام کرتے تھے۔ شرافت، شفقت اور ذہانت کا مجسمہ تھے۔ اور بڑی محنت سے پڑھاتے تھے۔"۳۰

مثال نمبر ۳:

"بس دعا ہے کہ اللہ پاک اپنے حبیبﷺ اور کل انبیاء علیہم السلام اور کل بزرگانِ دین علیہم الرضوان والرحمہ کے صدقے اور طفیل میں آخرت میں بھی لاج رکھ لے اور میرے عیوب کی پردہ پوشی فرماتے ہوئے جس طرح اس دنیا میں نوازا ہے، آخرت میں بھی نوازے۔"۳۱

لٰہذا مذکورہ بالا تینوں مثالوں کو دیکھتے ہوئے جو نمایاں خوبیاں سامنے آتی ہیں وہ آپ کے اسلوب کی سادگی و سلاست، روانی،ایجاز و اختصار ہیں۔ مثال نمبر ۲ میں نواب وقار الملک کے صاحب زادے کی حقیقت پسندانہ تعریف کی اور مختصروجامع انداز میں اُن کی شخصیت پیش کردی جب کہ مثال نمبر ا میں سورہ اعراف کی چند آیات کو مختصر جملوں کے ذریعے واضح کیا سادہ انداز میں اور اسی طرح مثال نمبر ۳میں جو رجحان اور میلان نظر آتا ہے جو آپ کی شخصیت

کا خاصہ ہے اور آپ کے داخلی ماحول کا حصہ ہے، یعنی خوفِ خدا رکھنا، دعا،عاجزی، رحم اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و عقیدت سے مذکورہ عبارت پُر ہے۔

دراصل ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان ایک صاحبِ طرز ادیب و محقق ہیں، اس کا اعتراف کم و بیش آپ کے عصر کے محقق کی ہو یا آپ کے بعد آنے والے ادباء اور محققین،سب نے ہی کیا ہے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آپ نے اسّی(۸۰) سال سے زیادہ ادب کے مختلف شعبہ جات کو دیے، آپ کے اسلوب کی شگفتگی، نُدرت، سادگی، فصاحت و بلاغت آپ کے اسلوب کو نہ صرف انفرادیت عطا کرتی ہے بلکہ آپ کو صاحب اسلوب بھی بناتی ہے،آپ کی نثر پر ڈاکٹرمولوی عبدالحق اور حافظ محمود شیرانی کا خاص اثر ہے۔ اور اِن دونوں حضرات کا ذکر نہ صرف آپ کی اپنی تصنیف میں ملتا ہے بلکہ آپ کے تنقیدی و تحقیقی سفر پر گہری نظر رکھنے والے ڈاکٹر اسلم فرخی کی مرتبہ کتاب "تنقید و تحقیق" میں بھی ملتا ہے۔ ساتھ ساتھ ڈاکٹر غلام مصطفےٰخاں کے ہاتھ سے لکھا ہوا"تصحیح نامہ" بھی ہے۔اس کے علاوہ ایک مکتبہ فکر ہے جو آپ کے نقش قدم پر چل کر تحقیق کی روایت کو مستحکم کر رہا ہے اور اس مکتبہ فکر کے اراکین کا ذکر تحقیق والے باب میں ملاحظہ کریں گے۔ آپ کے اسلوب کے مختلف نمونے مقالے کے مختلف ابواب میں شامل ہیں اور اِن کے مطالعے سے جو اہم بات سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ ڈاکٹر غلام مصطفیٰ کی نثر جہاں عالمانہ وقار اور رکھ رکھاؤ کی حامل ہے، وہاں سنجیدگی اور متانت کے ساتھ پُر مزاح شگفتگی کی بھی حامل ہے۔تحقیق میں دل چسپ انداز پیدا کرنا وہ بھی اس طرح کےابتذال کے دائرے میں نہ آئے اور تحقیق کوخشک اور بے رنگ ہونے سے بچائے،ڈاکٹرغلام مصطفےٰ خاں کی نثرکاہی خاصہ ہے۔

بچپن ہی سے شہر کے مختلف مقامات میں بزرگوں کے مزارات پر فاتحہ پڑھنے جاتا تھا اور ہر جمعہ کو والد کی قبرپر فاتحہ پڑھتا حتی الامکان، ناغہ نہیں کرتا تھا، بفضلہ تعالیٰ روز فجر کے بعد نصف پارہ قرآن پاک پڑھنے کی توفیق حاصل تھی۔ علی گڑھ میں جب میٹرک کلاس میں داخل ہوا تو ایک دوست کے ساتھ دہلی گیا۔ اسٹیشن سے پیدل مسجد، قلعہ، فیروزشاہ کا کوٹلہ،پرانا قلعہ، ہمایوں کا مقبرہ وغیرہ گھومتا رہا، پھر حضرت نظام الدین اولیاؒ کے مزار پر پہنچا۔ فاتحہ پڑھنے کے بعد ایسا محسوس ہوا کہ مجھے اپنا ہوش نہ رہا اور حضرتؒ کی زیارت نصیب ہوئی۔

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کا نام برصغیر پاک وہند میں ایک معتبر اور قدآور شخصیت کے طور پر جانا جاتا ہے۔ انھوں نے علمی و تحقیقی حوالے سے اردو ادب میں گرانقدر قدر اضافہ کیا ہے۔ میری تحقیق کا دائرہ ڈاکٹر غلام

مصطفیٰ خاں کی اردو نثر نگاری تک محدود ہے۔ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں کی اردو نثر میں زبان و بیان کا جو خاص رچاؤ پایا جاتا ہے وہ انھیں دیگر محققین و ادباء سے منفرد بناتا ہے۔ آپ کی نثر نگاری کو دائرہ تحقیق کے مطابق ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں کے اردو نثر نگاری کا تجزیاتی جائزہ لینے کے بعد یہ نتیجہ ملتا ہے کہ آپ کی نثر مقفیٰ و مسجع ہر گز نہیں ہے، بلکہ سادہ و سلیس ہے۔ آپ کی نثر میں شگفتگی کا عنصر بھی موجود ہے اور زبان وبیان کی دیگر خوبیاں بھی موجود ہیں۔ فصاحت و بلاغت بھی ہے اور ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کا اسلوب غیر مبہم اور واضح ہے۔ آپ کی نثر نگاری کا تجزیہ کرنے کے بعد یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ آپ ایک صاحب اسلوب محقق ادیب ہیں، جن کی تحاریر میں اعتدال و توازن کے ساتھ بیان کی سادگی و صفائی بھی ملتی ہے۔ چھوٹے جملے آپ کی نثر کا حصہ ہے لیکن ایک خوبی کی جانب آج تک کسی نے نظر نہیں کی کہ استدلال سے بھرپور طویل جملے بھی آپ کی نثرنگاری کی خوبی ہے اور تحریر میں شگفتگی کا عنصر آپ کی نثر کو انفرادیت اور جداگانہ اہمیت عطاکرتا دکھائی دیتا ہے۔

آپ کی نثر نگاری میں وقار اور عالمانہ رکھاؤ موجود ہے جس کی مدد سے ان کی محققانہ طبیعت کے بارے میں آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ اُن کے تحقیقی، تنقیدی، علمی و ادبی مضامین کی نثر ان کے مطالعے شوق، وسیع المطالعہ، موضوعات کی ہمہ گیریت، قوتِ مشاہدہ اور اُن کے اسلوب کو ظاہر کرتے ہیں۔

المختصر ان کی تحریروں میں شکل الفاظ و محاورات اصطلاحت کی بجائے عام فہم، سادہ اور سلیس الفاظ نظر آتے ہیں۔ جو اُن کی نثر کو ادبی و تحقیقی معیار عطا کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ آپ کی نثر کا مختلف پہلوؤں سے جائزہ لیا گیا ہے۔ اور ہرپہلو اپنی جگہ جامعہ مدلل ہے اور یہ تمام تفصیل مقالے کے متعلقہ ابواب میں موجود ہیں۔

لہذا اس مقالے میں ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خاں کے اسلوب، تراکیب، جملہ سازی، لفظ تراشی، جزیات نگاری کے علاوہ نثر نگاری کی تعریف اور تعارف پر بھی نظر ڈالیں گے۔ کیوں کہ آپ کی تحقیقی و ادبی تصانیف میں

موجود اسلوبیاتی پہلو اس قدر متنوع ہیں کہ دیکھ کر ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں کی نثر کی انفرادیت واہمیت کا قائل ہونا پڑتا ہے۔

اُن کی نثر سلاست اور شگفتگی یقیناً نئے آنے والے محققین اورادباء کے لیے رہنمائی کا باعث ہیں۔

حواشی:

۱۔ پروفیسر محمد خالد ندیم، پروفیسر محمد اکرام خالد، ''اسالیب نثر اور جدید اصناف نثر'' پبلیشرز فاروق سنز، لاہور، ص۷۔

۲۔ ڈاکٹر سیّد عبداللہ، ''وجہی سے عبدالحق تک''، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۶ء، ص۱۸۲۔

۳۔ ''اسالیب نثر اور جدید اصناف نثر''، ص۸۔

۴۔ سید عابد علی عابد، ''اسلوب''، سنگ میل پبلیشرز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص۴۱۔

۵۔ ایضاً، ص۶۲۔

۶۔ ڈاکٹر عطش درانی، ''اصولِ ادبی تحقیق'' نذیر سنز پبلیشرز، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص۴۳۵۔

۷۔ ڈاکٹر غلام مصطفےٰ خاں، ''حضرت مجدد الف ثانی: ایک تحقیقی جائزہ''، ص۳۱۔

۸۔ ''اصولِ ادبی تحقیق''، ص۴۳۶۔

۹۔ ایضاً، ص۴۴۴۔

۱۰۔ ایضاً، ص۴۴۵۔

۱۱۔ ''اسالیب نثر اور جدید اصناف نثر''، ص۹۔

۱۲۔ عابد النساء، ''پروفیسر آل احمد سرور حیات اور ادبی خدمات''، ص۱۲۹۔

۱۳۔ ایضاً، ص۱۲۹۔

۱۴۔ ایضاً۔

۱۵۔ ''اسلوب''، ص۷۶۔

۱۶۔ ڈاکٹر عبدالقیوم، ''حالی کی اردو نثر نگاری''، طباعتِ دوم، سپوتنک پرنٹرز، ۱۳سی، فین روڈ، لاہور، مارچ ۲۰۱۲ء، ص۴۸۱۔

۱۷۔ ایضاً، ص۴۶۴تا۴۶۵،

۱۸۔ ''اسلوب''، ص ۴۱۔

۱۹۔ ''پروفیسر آل احمد سرور حیات اور ادبی خدمات''، ص ۱۲۹۔

۲۰۔ پروفیسر صفدر علی، ''اصولِ تدوین''، فاروق سنز پبلیشرز، ۱۶-الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور، ص ۱۰۱۔

۲۱۔ ایضاً، ص، ۱۰۴، ۱۰۳، ۱۰۲۔

۲۲۔ ڈاکٹر اسلم فرخی، ''تنقید و تحقیق''، عبارت، فضلی سنز (پرائیوٹ) لمیٹڈ، کراچی، اپریل ۲۰۰۱ء، ص ۱۱۔

۲۳۔ ''وجہی سے عبدالحق تک''، ص ۱۹۶۔

۲۴۔ اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۶ ء کے، سہ ماہی ''عبارت'' شمارے میں ''قبلہ گاہی حضرت ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاںؒ'' کے عنوان سے
ایک مضمون پروفیسر انوار احمد زئی نے تحریر کیا، ص ۱۴۔

۲۵۔ ''تنقید و تحقیق''، ص ۱۱۔

۲۶۔ ایضاً۔

۲۷۔ عصمت صدیقی، ''علی گڑھ کے دبستانِ نثر کا دورِ جدید''، شعبہ اردو، جامعہ کراچی، ۲۶۴ ۔

۲۸۔ پروفیسر انوار احمد زئی ، ''متفرقات''، پیراماؤنٹ پرنٹنگ پریس، فوجداری روڈ، سٹی حیدر آباد، ۲۰۰۲ء، ص ۸۔

۲۹۔ ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں، ''ہمہ قرآن در شان محمد ﷺ ''، طبع اول، گاباسنز، کراچی، س ن، ص ۲۸۔

۳۰۔ ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں، ''انعمت علیھم''، طبع اول، رائل بک ڈپو، حیدر آباد، ۱۹۹۷ء، ص ۲۶۔

۳۱۔ ڈاکٹر غلام مصطفٰے خاں، ''تاریخِ اسلاف''، طبع اول ، اعلیٰ کتب خانہ، کراچی، ۱۹۸۳ء، ص ۵۱۔